OPEN ACCESS
MA‘ARIF-E-ISLAMI (AOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

قاعدہ سد الذرائع کی روشنی میں رشوت کی روک تھام (تعلیمات قرآنی کی روشنی میں)

Prevention of Bribery in the Light of the Principle "*Sadd ul Zarae*"
(A Quranic Perspective)

محمد نذیر
پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، نمل اسلام آباد
ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری
صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نمل اسلام آباد

ABSTRACT

Bribery and corruption has become a fatal disease which leads the society towards the class system. This evil causes chaos, injustice and oppression in the social life of people. Whether it is division of wealth or that of positions bribery and corruption snatches rights of deserving individuals and unqualified people are conferred higher positions. That's why bribery can cause injustice in society. For that Quran and Hadith have banned all those roads and channels which lead to bribery.

Prevention of bribery may cause justice in social and economic life of people. It may cause the development of people and country. The principle of jurisprudence "Sadd ul Zarae" can play a key role in prevention of such social evils to make the nation just, fair and free of corruption. Resultantly, the whole society grows positively and walks on the track of development.

Key words: Sadd ul Zarae, Rashowat, Ahkam, Qaeda, Fuqha, Usoleen etc.

سد الذریعہ کی تعریف

"سد الذرائع" دو لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی سد اور ذرائع۔ "السد" مصدر ہے اس کے بنیادی حروف : سین، دال، دال ہیں ابن منظور نے لسان العرب میں اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے :

"اغلاق الخلل و ردم الثلم-"[1] (حائل خلل کو ختم کرنا یا شگاف کو بند کرنا۔)

تفصیل میں مزید لکھتے ہیں کہ " السد : بفتحها (سَدُ)و ضمها (سُدُ) یعنی سین کا تلفظ فتحہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اس کی جمع "اسدۃ" اور "سدود" دونوں مستعمل ہیں۔

اسی معنی میں قرآن کریم میں بھی استعمال ہوئے ہیں :

﴿قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا﴾ [2]

(ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج وماجوج زمین میں فساد برپا کر رہے ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ ہم آپ کے لیے اخراجات فراہم کر دیں اور آپ ہمارے اور ان کی درمیان ایک رکاوٹ قرار دیدیں۔)

خلاصہ ''سد'' کے مشترک معنی ''منع کرنے اور روکنے'' کے ہیں۔

الذریعہ

''الذرائع'' جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا واحد 'ذریعہ' ہے اس کے بنیادی حروف ''ذ، ر، ع'' ہیں۔ لسان العرب میں لکھاہے کہ:

''واصل الذرع انما هو بسط اليد-و يقال امر ذريع : اى واسع و يقال : ذَرَعَ الرجلُ فى سباحته تذريعا: اتسع و مد ذراعيه ۔''(۳)

سب سے اہم اور مقام بیان سے مناسبت رکھنے والے معنی جسے ابن منظور نے نقل کیا ہے کہ ''الذریعہ'' بمعنی ''السبب'' ہے:

''يقال فلان ذريعتى اليک ، اى سببى و وصلتى الذى اتسبب به اليک، و هذا المعنى يشمل كل ما وصلة تودى الى غيره بغض النظر الى صفة الجواز او المنع ،لان ذالک من خصائص الاحكام الشرعية۔''(٤)

(کہا جاتا ہے کہ فلان میرے وسیلے سے آپ تک پہنچا، یعنی اس کا میں سبب اور وسیلہ بنا یہ معنی ہر اس چیز کو شامل ہے جو دوسرے تک پہنچنے کا وسیلہ بنتی ہے خواہ وہ جائز سبب ہو یا ممنوع اسباب میں سے ہو کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ احکام شرعیہ کی خصوصیات میں سے ہیں۔

اسی معنی کو وھبہ الزحیلی نے اپنی کتاب میں بھی نقل کیاہے اور یہی معنی علم اصول الفقہ میں ہمارا مقصود ہے۔(۵)

سد الذریعہ کے اصطلاحی معنی

قرافی نے یوں لکھاہے: ''الوسيلة للشئى۔''(٦) ترجمہ: کسی چیز تک پہنچنے کا وسیلہ۔

امام شوکانی نے اس تعریف کو اہمیت دی ہے:

''المسالة التى ظاهرها الاباحة و يتوصل بها الى فعل محظور ۔''(٧)

ترجمہ: سد ذرائع سے مراد وہ مسئلہ ہے جس کا ظاہر مباح ہے لیکن وہ حرام کام تک پہنچاتا ہے۔

بعض علماء نے ذرائع اور حیل کے درمیان مغالطہ کیا ہے کہ ذرائع اور حیل ملتے جلتے ہیں اس کی وضاحت کے لیے ''اعلام الموقعین'' کی یہ وضاحت کافی ہے:

''و تجويز الحيل يناقض سد الذرائع مناقضة ظاهرة ، فان الشارع يسد الطريق الى الفساد بكل ممكن، و المحتال يفتح الطريق اليها بحيلة''۔(۸)

(حیلہ کو جائز قرار دینا سد الذرائع سے تضاد رکھتا ہے کیونکہ شارع مقدس فساد کے تمام ممکنہ راستوں کو بند کرتا ہے اور حیلہ کرنے والا اپنے حیلوں سے راستہ کھولتا ہے۔)

لغوی اور اصطلاحی تعریفوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ''سد الذرایع'' سے مراد ہر اس کام سے روکنا ہے جو کسی فعل حرام یا کسی حرام فعل تک پہنچانے کا ذریعہ بنے۔ ان کاموں کو انجام دینے سے روکنے کو سد الذرائع کہا جاتا ہے۔

سد الذرائع کے ارکان

ارکان اور شرائط کے بارے میں سب سے پہلے محمد ہاشم البرہانی نے اپنی ''سد الذرائع فی الشریعة الاسلامیة'' میں بیان کیا ہے پھر ان کے بعد علماء بیان کرنا شروع کر دیا ہے۔ شیخ برہانی نے الذریعہ کے مندرجہ ذیل ارکان بیان کیا ہے:

پہلا رکن: الوسیلة

یہ بنیادی رکن ہے کیونکہ بعد والے دونوں ارکان اسی پر موقوف ہیں۔ اس وسیلہ سے مراد وہ فعل ہے جس کا انجام دینا کسی ممنوع یا حرام کام کے ارتکاب کا سبب بنتا ہے۔ اب یہ وسیلہ کبھی ارادی ہوتا ہے اور کبھی کبھار غیر ارادی ہوتا ہے۔[۹] دوسرا رکن: الافضاء

اس سے مراد وہ نسبت ہے جس سے وسیلہ اور متوسل الیہ ملتے ہیں یہاں ایک امر معنوی کی دو صورتیں بنتی ہیں۔ ایک فعلی اور دوسری تقدیری صورت ہے۔ یہاں پر دونوں صورتیں ممکن ہیں البتہ تقدیری ہونے کی صورت میں ضروری ہے کہ بالقوۃ فعلی ہونا یقینی ہو۔[۱۰]

تیسرا رکن: المتوسل الیہ

اس سے مراد وہ فعل ہے جس کا انجام دینا شرعاً حرام اور ممنوع ہے اور اس شخص نے ذریعے سے اسی فعل کی ارتکاب کا قصد کیا تھا۔[۱۱]

ان شرائط کو محمد ابو زہرہ نے علماء کے اقوال وآراء کی روشنی میں جمع کیا ہے جو کہ سب سے جامع ہے۔ ان کے علاوہ باقی علماء نے مختلف تعداد ذکر کی ہے۔ جب یہ ارکان و شرائط مکمل ہو جائیں تو ایک شرعی طور سد الذرائع کا محل آجاتا ہے پھر دیکھنا یہ ہوگا کہ کس کس موارد پر سد الذرائع واجب ہے اور کیوں ہے اور کن امور میں واجب نہیں تو علت کیا ہے؟ اس کی تفصیل حجیت کی بحث کے بعد واضح ہو جائے گی۔

خلاصہ

فقہی مسالک کے تمام علما اور مذاہب خمسہ کے بانیان سد الذرائع کو علم اصول الفقہ کا ایک قاعدہ مانتے ہیں۔ یہ قاعدہ ظنی ہے دوسرے الفاظ میں اس قاعدہ پر عمل کرنا تب واجب ہے جب اس کی حجیت قرآن وسنت کی روشنی میں ثابت ہو اور اسی قاعدہ کی روشنی میں رشوت کی روک تھام کے لیے جو حکمت عملی اپنائی جانی چاہیے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

رشوت

رشوت وہ سخت ترین گناہ ہے جس کی وجہ سے حق ہمیشہ حقدار سے دور رہ جاتا ہے، رشوت کی وجہ سے ظالم افراد معاشرے میں دندناتے پھرتے ہیں اور مظلوم بے یار و مددگار رہ جاتے ہیں لہٰذا اللہ رب العزت نے سد الذرائع

کے ذریعے اس کی روک تھام کے لیے قانون وضع کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اس کے لیے لائحہ بیان فرمایا ہے جس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

تعریف

رشوت کا بنیادی لفظ ''رِشا'' ہے ''رِشا'' رسی یا ڈول کی رسی کو کہا جاتا ہے مثلاً: لکھا ہے ''ارشتُ الدلو'' یعنی ڈول میں رسی لگائی۔ مزید وضاحت میں لکھتے ہیں کہ: ''استرشی ما فی الضرع'' یعنی تھن سے سارا دودھ نکالا، اس میں جو کچھ تھا اس کو حاصل کر لیا[۱۲]۔

ابن اعرابی نے یوں لکھا ہے: ''ارشی الرجلُ'' یعنی اونٹنی کے بچے کی سرین کو کھجلایا تاکہ وہ تیز وڑرے ابن اعرابی کے مطابق اونٹنی کے بچے کو ''رِشیُ'' بھی کہا جاتا ہے۔ مزید لکھا: ''رَشوُ'' یعنی رشوت کا فعل، اور ''مُراشاۃ'' یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنا، اور فیصلہ میں انصاف سے ہٹ کر مائل ہونا۔ منذری کا یہ قول مشہور ہے کہ ''رِشوَۃ'' کا لفظ رَشاالفرخ سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب چوزہ گردن بڑھا کر اپنا سر ماں کی طرف لے جاتا ہے تاکہ وہ اس کے منہ میں دانہ ڈالے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ ''رشوۃ'' راء کو ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ بولا جاتا ہے جیسے ''رَشاہُ رِشوۃ'' یعنی اس کو رشوت دی، ''ارتشیٰ منہ رِشوۃ'' جب کوئی شخص رشوت لے، اس کی جمع رُشا آتی ہے۔[۱۳]

لغت عرب میں رشوت کے ہم معنی لفظ ''برطیل'' بھی استعمال ہوتا ہے اس کے معنی ایک گول لمبا پتھر جو بولنے والے کے منہ میں اس لئے ڈال دیا جاتا ہے تاکہ بات کرنے اور بولنے سے اس کو روک رکھے۔ اور ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے کہ: '' البَرَاطِیلُ تُنصرالاَبَاطیل'' یعنی رشوت باطل کاموں کی مدد و معاون ہوا کرتی ہے۔[۱۴]

البتہ فقہاء اور مجتہدین نے رشوت کی تعریف یوں بیان کی ہیں:

رشوت: ہر وہ مال جو بشرطِ اعانت خرچ کیا جائے۔[۱۵]

یعنی ہر وہ مال جو کسی کام میں کسی شخص کی مدد حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کیا جائے اس تعریف سے ''ہدیہ'' اپنے آپ نکل جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اعانت کی شرط کے ساتھ نہیں دیا جاتا۔ البتہ یہ تعریف غیر رشوت کو رشوت میں داخل ہونے سے روکتی نہیں ہے جیسے مزدور، انجینئر، یا وکیل کو اجرت یا فیس دیکر اس سے کام کرانا۔ ظاہر ہے ان کا تعلق رشوت سے نہیں ہے لیکن اس تعریف میں یہ سب امور شامل ہو جاتے ہیں۔[۱۶]

دوسری تعریف یہ کی گئی ہے ''رشوت وہ ہے جس کو لینے والے کی طلب پر اس کے حوالے کیا جائے، یعنی رشوت لینے والا جو مال طلب کرے تو اس کو بطور رشوت دیا جائے وہ رشوت کہلاتی ہے۔''[۱۷]

البتہ اس تعریف پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ اس میں وہ رشوت نہیں آتی جو بغیر طلب کے جو مال دیا جاتا ہے اور مانع بھی نہیں اس لیے کہ غیر رشوت اس تعریف کی روشنی میں رشوت شمار ہو جاتی ہے جیسے وہ صدقات و خیرات جو طلب کرنے پر پے دی جائیں یا وہ حق جو حقدار کی طلب پر دیدیا جائے دونوں چیزیں اس تعریف کی رو سے رشوت میں شمار ہونگی یوں اس تعریف کی جامعیت اور مانعیت باقی نہیں رہتی ہے۔

ان تمام تعریفات میں سب سے جامع ومانع تعریف یہ ہے:

''الرشوة ما يعطيه الرجل للحاكم او غيره ليحكم له، او يحمله به على مايريد۔''(۱۸)

(رشوت اس مال کو کہا جاتا ہے جو ایک آدمی کسی حاکم یا غیر حاکم کو اس نیت سے دیتا ہے کہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کردے یا وہ اسے اس کی مطلوبہ چیز کا سزاوار ٹھہرادے)۔

یہ تعریف جامع ومانع کے علاوہ باقی تعریفوں سے اس تعریف پر اعتراضات بھی کم ہے۔

نتیجہ

لغوی اور اصطلاحی معنی میں واضح ربط ہے کیونکہ رشوت دینے کا مقصد یہ ہے کہ مفاد اور مصلحت ہو یا اس کے حق میں فیصلہ ہو، رشوت ڈول اور رسی کی طرح ہوتی ہے تاکہ اس کے ذریعے رشوت دینے والا اپنے مقصد تک پہنچ جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رشوت پر غور وفکر کرنے سے رشوت کی مندرجہ ذیل اجزاء سامنے آجاتے ہیں:

مرتشی: یعنی وہ شخص جو کسی سے مال کا تقاضا کرتا ہے یا اس سے کسی نفع کا حصول چاہتا ہے تاکہ اس کے بدل اس کا غرض پوری کردے جس کی ادائیگی اس کے لئے ضروری ہو، یا اس کا کوئی غیر شرعی کام انجام دیدے۔ اس میں کام انجام دیدنے سے مراد دونوں ہے یعنی کام کردینا، یا مقصد کے تحت کام سے رک جانا۔

راشی: یعنی وہ شخص جو مال خرچ کرتا ہے تاکہ اس کی غرض پوری ہوسکے۔

رشوت: یعنی وہ مال جو رشوت دینے والا خرچ کرتا ہے تاکہ رشوت لینے والے سے مقصود یا مفاد کو حاصل کرسکے۔(۱۹)

رشوت کی اقسام

عمومی طور پر رشوت کو دیکھا جائے تو اس کی مندرجہ ذیل اقسام نظر آتی ہیں:

پہلی قسم: کسی حق کو باطل کرنے یا کسی باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے رشوت کی لین دین۔(۲۰)

حلال اور حرام دونوں واضح ہیں اور حق ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے اور باطل مٹ جانے والی ہے حق کو باطل کرنے والے ہر وسیلہ اور ذریعہ حرام ہے کیونکہ اس کے ذریعے حق مغلوب اور باطل غالب ہوجاتا ہے۔ اسی طرح رشوت بھی ان کاموں، وسائل یا ذرائع میں سے ہے جس کے سہارے حق کو باطل ٹھہرایا جاتا ہے اور باطل کو حق کیا جاتا ہے اس لئے دین اسلام نے رشوت دینا، رشوت لینا اور ان کے درمیان ذریعہ بناسب حرام قرار دیا تاکہ یہ قبیح کام کا وجود ہی نہ ہو۔

دوسری قسم: کسی حق کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا

تیسری قسم: ظلم وضرر کو دفع کرنے کے لئے رشوت دینا(۲۱)

فطری طور پر انسان معاشرت پسند ہے اور معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ایک دوسرے سے تعلقات رکھنا انسانی مجبوری ہے کیونکہ تنہا زندگی ناممکن ہوجاتا ہے۔ ایسے حالات میں انسان کا ایک دوسرے پر حقوق اور فرائض بھی ہیں ان کو ذمہ داری کے ساتھ ادا نہ کرنا ظلم ہے اور بعض اوقات انسان اپنے ہی حق حاصل کرنے

سے عاجز ہوتا ہے اور اپنے حق حاصل کرنے کے لیے دوسروں کی فرمائش پوری کرنا پڑتا ہے یا اپنے اوپر ہونے والے ظلم اور ناانصافی سے جان چھڑانے کے لیے فرمائش پوری کرنی پڑتی ہے دوسرے الفاظ ان حالات میں رشوت کی راستہ پر جانا پڑتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اس صورت حال میں گنہگار کون ہوگا، صرف رشوت دینا والا گنہگار ہوگا یا رشوت لینے والا گنہگار ہوگا، یا دونوں گنہگار ہوگا؟

ان صورتوں میں علماء و فقہاء کے دو اقوال ہیں:

اول: جمہور علماء کا موقف ہے کہ رشوت لینے والا گنہگار ہے جب کہ رشوت دینے والا گنہگار نہیں ہے

ابو اللیث سمرقندی کہتے ہیں:

''ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آدمی رشوت کے ذریعہ اپنی جان و مال سے نقصانات کو دفع کرے۔''(۲۲)

بعض علماء کہتے ہیں: اگر تم عاجز رہے اور اپنے حق کو ثابت کرنے کے لیے کوئی شرعی دلیل قائم نہ کر سکے پھر تم نے کسی ایسے حاکم سے مدد چاہی جو شرعی دلیل کے بغیر فیصلہ دیتا ہے تو تمہارے بجائے وہ حاکم اس صورت میں گنہگار ہوگا جبکہ حق کسی باندی کی بات ہو اور اس کی شرمگاہ کو حلال سمجھا جارہا ہو۔ اور اس صورت میں تمہارا اس حاکم سے مدد طلب کرنا واجب ہوگا۔ اس لیے کہ حاکم کا قصور زنا اور غصب کے قصور سے بہر حال ہلکا ہے۔ اور یہی صورت بیوی کی بابت نزاع میں بھی ہوگی اور اسی طرح اگر تم نے فوج اور پولیس سے مدد چاہی تو وہ گنہگار ہونگے۔ تم گنہگار نہیں ہونگے۔ یہی حال سواری وغیرہ کے غصب کی صورت میں ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدد کرنے والے سے ہر چند معصیت سرزد ہوتی ہے لیکن فساد سرزد نہیں ہوتا۔ جبکہ مدعا علیہ کا جھٹلانا، یا غصب کرلینا معصیت اور فساد دونوں ہوتا ہے اور شارع مقدس نے کسی بڑے بگاڑ سے بچنے کے لیے اس سے چھوٹے بگاڑ کی اجازت دی ہے البتہ اس حثیت سے نہیں کہ یہ بگاڑ ہے بلکہ اس لئے کہ اس کے ذریعے بڑے بگاڑ سے تحفظ ہوتا ہے۔ جیسے قیدی کا فدیہ دینا ایک بگاڑ ہے اس لیے کہ کافروں کا مال دینا حرام ہے اور اس سے مال کا برباد کرنا لازم آتا ہے۔ لیکن اس خرابی کو برداشت کیا جاتا ہے تاکہ اس سے بڑی خرابی مسلمان کا غیر مسلم کی قید میں رہنے سے رہائی نصیب ہو۔ اور اگر کسی کام میں کوئی خرابی نہ ہو تو بطریق اولی جائز ہوگی۔

راقم کا خیال یہ ہے کہ ظلم اور ضرر کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا اسی صورت میں جائز ہوگا جب کہ انسان اپنا حق حاصل کرنے، ظلم و ضرر کو دفع کرنے سے عاجز ہو، یہاں تک کہ اسے حق کو حاصل کرنے کے لیے حکومتی یا غیر حکومتی سطح پر کسی قسم کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو، نہ ہی ایسا کوئی سہارا اسے مہیا ہو جو اس پر ہونے والے مظالم کے خلاف اسے انصاف دلا سکے، یا اگر کوئی سہارا بھی ہو تو اسے ڈر ہے کہ اگر اس نے اس سے تعاون چاہا تو پہلے سے زیادہ خطرہ اور مشکلات اسے لاحق ہونگے، ایسے وقت رشوت دے کر کام نکالنے کی اسے اجازت ہونی چاہیے۔

اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [۲۳]

(ایمان والو! خبر دار خدا کی نشانیوں کی حرمت کو ضائع نہ کرنا اور نہ محترم مہینے. قربانی کے جانور اور جن جانوروں کے گلے میں پٹے باندھ دیئے گئے ہیں اور جو لوگ خانہ خدا کا ارادہ کرنے والے ہیں اور فرض پروردگار اور رضائے الٰہی کے طلبگار ہیں ان کی حرمت کی خلاف ورزی کرنا اور جب احرام ختم ہو جائے تو شکار کرو اور خبر دار کسی قوم کی عداوت فقط اس بات پر کہ اس نے تمہیں مسجد الحرام سے روک دیا ہے تمہیں ظلم پر آمادہ نہ کردے۔ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور تعدّی پر آپس میں تعاون نہ کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا کہ اس کا عذاب بہت سخت ہے۔)

رشوت لینے والا گنہگار ہے اور حق کو حقدار پہنچانا، اور اسے ظلم سے بچانا، ایک قسم کی تعاون ہے مذکورہ بالا آیت اسی حکم دیتی ہے اس لئے کسی عوض، معاوضے اور لین دین کے بغیر اس سلسلے میں کامل تعاون کرنا واجب ہو جاتا ہے اب اگر کوئی شخص اس تعاون کے صلہ میں روپیہ وصول کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کرنے کے لیے اس کا عوض یعنی رشوت لیتا ہے لہٰذا لینے والا گنہگار ہوگا۔

امام ابو داود نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: (وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ۔) [۲۴]

(اللہ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔)

اس کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ حق کو حقدار تک پہونچانے یا کسی انسان سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت لینا عدم تعاون کی علامت ہے اور عدم تعاون انسان کو تائید غیبی اور امداد ربانی سے دور کرتا ہے اور جو شخص فدائی امداد و نصرت سے محروم ہونے کے اعمال کرتا ہے ایسا شخص گنہگار ہوتا ہے لہٰذا رشوت لینے والا بھی گنہگار ہوگا۔اور اس کے لئے رشوت لینا حرام ہوگا۔

حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ جس وقت آپ حبشہ میں تھے آپ نے گلوخلاصی کے لئے بطور رشوت دو دینار دئے۔ تب کہیں آپ کو رہائی ملی، اس پر آپ نے فرمایا تھا: (اِن الاِثمَ عَلی القَابِضِ دُونَ الدَافِعِ۔) [۲۵] (لینے والا گنہگار ہے دینے والا نہیں)۔

حضرت ابن مسعود نے ظلم کو دفع کرنے کے لئے رشوت دی اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ایسا کرنے میں گناہ ان پر نہ ہوگا اور صحابی کا فعل لائق سماعت ہے بشرطیکہ کسی صحیح حدیث سے ٹکراو نہ ہو۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ان کا یہ فعل کسی حدیث کے معارض نہیں ہے۔

چوتھی صورت: کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لیے رشوت دینا۔ [۲۶]

قومی امور کے لئے اچھے ،ایمان دار اور ملازمت و منصب کے قابل لوگوں کو انتخاب کرنا انتہائی اہم معاملہ ہے اور اسلامی اہم ترین تعلیمات میں سے ہے کیونکہ ان کے لئے غلط انتخاب کی صورت میں ادارے تباہ و برباد ہو جاتی ہے جس محکمہ میں رشوت کی لت پہنچے وہ محکمہ تباہی اور بربادی سے دوچار ہو جاتی ہے جس کی مثال ہمارے معاشرے میں جابجا نظر آتی ہے۔ بلخصوص جمہوری حکومت میں رشوت اور اقرباء پرستی کے ذریعے پچھلے دروازے سے اعلی عہدوں اور بلند مرتبوں پر نااہل فائز ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قومی اداروں کو پرائیویٹ کمپنیوں کو فروخت کیا جارہا ہے اور دن بدن روبزوال ہے۔ اسلام نے اسی لئے رشوت لینے والوں، رشوت دینے والوں اور درمیان میں ثالث بنے والے سب کو حرام ٹھہرایا ہے اس بات پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۔﴾[۲۷]

(بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے بیشک اللہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی ہے۔)

کسی منصب یا ملازمت کے حصول کے لئے رشوت دینا درحقیقت امانت کو نا اہلوں کے سپر کرنے کے مترادف ہے اس سے حکم خداوندی کی مخالفت لازم آتی ہے اس لئے کسی بھی منصب یا ملازمت کو حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا حرام ہے۔ہاں یہ دوسرا مسئلہ ہے کہ جب تک رشوت نہ دے اہل کو اس کو ملازمت اور منصب نہیں ملتی ہے تو یہ صورت دوم میں شامل ہو جائے گا۔

خلاصہ

رشوت کی مشہور یہ چار اقسام ہے جن میں سے پہلی اور چوتھی صورت کے حرام ہونے پر علماء جمہور کا اتفاق ہے۔البتہ دوسری اور تیسری صورت میں جواز کی صورت بنتی ہے۔حرمت اور جواز پر واضح دلائل اوپر نقل کیا ہے۔رشوت کی حرمت پر سب سے واضح آیت قرآن یہ ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[۲۸]

(اور خبردار ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھانا اور نہ حکام کے حوالہ کر دینا کہ رشوت دے کر حرام طریقے سے لوگوں کے اموال کو کھا جاؤ، جب کہ تم جانتے ہو کہ یہ تمہارا مال نہیں ہے۔)

اس آیت کریمہ میں باطل طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے سے ممانعت وارد ہے باطل طریقہ سے مال کھانے کی ایک صورت یہی رشوت دینا اور لینا ہے جس کے ذریعہ حکام کو انصاف کے راستے سے برگشتہ کیا جاتا ہے کسی چیز سے مخالفت اس کی حرمت کو چاہتی ہے لہٰذا رشوت بھی حرام ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں بھی واضح الفاظ میں رشوت کی حرمت بیان ہوئی ہے۔ یہ روایت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الرَّاشِی والمرتَشِی فی النَّار۔[۲۹] ترجمہ: رشوت لینے ولا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

اسی طرح دوسری حدیث طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (لَعَنَ اللہ الرَّاشِی و المرتَشِی) [۳۰] (رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ نے لعنت فرمائی۔

ان آیات کریمہ اور آحادیث مبارکہ میں واضح الفاظ میں رشوت کی حرمت بیان کی ہے اور رشوت کے لینے و دینے والے پر اللہ کی لعنت اور جہنمی ہونے کا ذکر کیا ہے۔

رشوت کی روک تھام کے لئے اقدام

رشوت کی سد باب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کا کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ اس ناسور سے معاشرے کو بچایا جاسکے اور لوگوں کو دنیااور آخرت دونوں فلاح و کامیابی حاصل ہوسکے۔

رشوت کے متعلق قرآن و حدیث کے تعلیمات معاشرہ میں عام کرئے اور یہ تعلیمات ہمارے نصاب میں شامل کرئے تاکہ نئے نسل کی فکری تربیت ہو جائے۔ رشوت ایک ایسا جرم ہے جو تقریباً کسی بھی نظامِ حیات میں جائز نہ ہو۔ ہمارا ملکی قانون بھی اسے ناجائز قرار دیتا ہے، لیکن اس قانون پر عمل نہیں ہو رہا ہے اگر کسی رشوت خور افسروں کو چند بار علی الاعلان عبرت ناک جسمانی سزائیں دی جائیں تو آہستہ آہستہ یہ لعنت مٹ سکتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے عمال کو رعایا سے ہدیہ اور تحفہ قبول کرنے کی ممانعت بھی رشوت کی سد باب کے طور پر فرمائی ہے۔

معاشرے میں رشوت سے متعلق آگہی پیدا کرنے کے لیے تعلیمی اداروں اور زندگی کے دیگر شعبوں میں خصوصی تقاریب اور بحث و مباحثوں کا اہتمام کیا جائے۔ سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں حکومتی سطح پر رشوت کی عنوان پر سیمینار، آگاہی مہم اور خصوصی بینرز اور پوسٹر لگوائے جائے، جن پر رشوت اور بد عنوانی کے خلاف نعرے درج ہو۔ تاکہ معاشرے میں رشوت کے روک تھام کے لئے راہ ہموار ہو جائے۔

خلاصہ

رشوت ایک موذی بیماری ہے جس کی وجہ حقدار کا حق تلف ہو جاتا ہے معاشرے میں اقرباء پرستی اور طبقاتی نظام پروان چڑتا ہے نظام زندگی میں ہر جگہ افراتفری، بے انصافی ہوتے ہیں دولت کی تقسیم ہو یا منصب کی تقسیم بندی ہو ہر میدان میں رشوت کی وجہ سے حق دار ہمیشہ حق سے محروم ہوتے ہیں اور نااہل لوگ منصب پر فائز ہوتے ہیں اور یہی بے انصافی کا بنیاد بنتے ہیں اس وجہ سے قرآن کریم اور حدیث پاک میں رشوت کا سبب بننے والے تمام راستوں اور ذرائع کو بن کر دیا ہے تاکہ اس بیماری سے معاشرہ محفوظ رہ سکے۔ جب اس بیماری سے معاشرہ محفوظ رہے تو ہر ایک کو انصاف ملے گا اور قابل افراد منصب پر فائز ہونگے اور نتیجہ کے طور پر معاشرہ ترقی کرئے گا۔ علم اصول الفقہ کا قاعدہ سد الذرائع انہی معاشرتی برائیوں کی روک تھام میں انتہائی اہم کردار ادا کرتی ہے جس معاشرے خوشحال ہونے کے ساتھ ساتھ ترقی کے راہ پر گامزن ہوتے ہیں اس طرح ایک طرف سے قرآن و سنت کا بول بالا ہوگا اور دوسری طرف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے پورا معاشرہ امن و سکون اور شحال ہو جاتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

١افریقی ،ابن منظور محمد بن مکرم بن علی ،لسان العرب، طبع اول، بیروت : داراحیاء التراث العربی، ١٩٩٦ء ،ج ٣، ص ٢٠٧

٢سورۃالکھف ١٨: ٩٤

٣ابن منظور ،لسان العرب، ،مادہ : باب العین : ٨ / ٩٣

٤ایضا، باب السین، ص: ٧٣

٥ایضاً

٦قرافی ،ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس ،انوار البروق فی انوإ الفروق، دار الکتب، بیروت، ج ٢، ص ٦١

٧ شوکانی، محمد بن علی بن محمد ،ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من الاصول ،ط/٣، دار الکتاب العربی، بیروت، ٢٠٠٣ء :١ /٧٥۔

٨ ایضا، ص: ١٢٦

٩البرہانی، محمد ہشام، سد الذرائع فی الشریعة الاسلامیة، دارالفکر، بیروت، ص ١٠٢-١٠٣-

١٠ ایضاً

١١ایضاً

١٢الھروی، محمد بن احمد بن الازہری، تھذیب اللغة، دار الکتب، بیروت، س/ن، ج١١، ص ٢٠٦-

١٣ایضاً

١٤ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز ،حاشیة ابن عابدین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ٢٠١٠، ج ٥، ص ٣٦٢۔

١٥قرحہ، محمود علی ،الاصول القضائیة فی المرافعات الشرعیة، دارالقلم ،الریاض، ٢٠٠٠، ص ٣٣٠

١٦البھوتی، منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدریس، کشاف القناع عن متن الاقناع، موسسہ اسماعلیان، قم ،ایران : ج ٦، ص ٣١٦

١٧ایضاً

١٨ بستانی، بطرس ،محیط المحیط، دار الجیل، بیروت، : ج١، ص ٧٨٣

١٩الاصول القضائیة فی المرافعات الشرعیة، باب الرشا، ص ٥١٢

٢٠ ایضا، ص ٥١٤

٢١ایضا ، ص ٥١٥

٢٢قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابو بکر، الجامع لاحکام القرآن، موسسۃالرسالۃ، بیروت، ج ٦، ص ١٨٤

٢٣سورۃ المائدہ ٥: ٢

٢٤ سجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث ،سنن ابی داود، طبع اول : دار الکتاب العربی، بیروت، س۔ن، ص ٢٩٠

۲۵الجامع لاحکام القرآن، ج٦، ص ۱۸۴

۲۶قرحة، محمود علی، الاصول القضائية فی المرافعات الشرعية، باب الرشا، ص ۵۱۸

۲۷سورۃ النساء ۴: ۵۸

۲۸سورۃ البقرہ ۲: ۱۸۸

۲۹ابن اثیر، مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الکریم الشیبانی، جامع الاصول فی احادیث الرسول ﷺ، مکتبۃ الحلوانی، بیروت، طبع الاولی، ۱۳۸۹، ج ۱۰، ص ۵۴۹

۳۰ایضاً